ڈاکٹر قرۃ العین طاہرہ
استاد شعبہ اردو، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

بچوں کا ادب: تاریخ اور عصری تقاضے

Dr Qurrat ul Ain Tahira

Department of Urdu, International Islamic University, Islamabad

Children Literature:History and Contemporary Needs

This article surrounds efforts made to create "Children Literature" right from the mother's lap through different ages to the current scenario and negates the common comment that "no attention is being made to create children literature". Hundreds names have been listed who contributed towards children literature. The contributions made in different ages i.e. Ameer Khasroo, Ghalib, Allama Iqbal, Sufi Tabassam, and Ibn-e-Safi etc. have been discussed to eleborate efforts and importance of the issue. The article also focuses on the basic and dire need to create children literature which plays a pivotal role in shaping personality of a citizen. The kind of literature i.e. poetry, story, novel, cartoons etc have been discussed and stress has been made towards creation of interest of children with books, rather than full turning to electronic sources of the current age. The article also highlights the institutional role like government, publishers and their contributions. This article can be used as basic source to explore further.

تجسس، تحقیق، کھوج، تلاش اور جستجو انسانی سرشت میں داخل ہیں اور ذہنی ترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ زمانہ ما قبل تاریخ کا انسان جو پتوں سے تن ڈھاپا کرتا تھا، کھلے آسمان تلے زندگی بسر کرتا اور شکار پر اس کی گزر بسر تھی، وہ بھی ان جذبوں سے آشنا تھا۔ کہانی کہنا قدیم ترین فنون میں سے ایک کہ قصہ گوئی کی عادت اور روایت دنیا کے ہر خطہ کی تہذیب میں موجود رہی ہے اور کہانی کی سب سے بڑی صفت ......اب کیا ہوگا، پھر کیا ہوا، کہانی کون سا موڑ کاٹے گی، کردار کیا رخ اختیار کریں گے، الف لیلیٰ کی ہزار داستانوں کے پیچھے بھی یہی تجسس کار فرما رہا۔ دنیا کی ہر زبان کے قدیم ادب میں داستان کا وجود سب سے اہم ٹھہرتا ہے۔ داستان کیا ہے؟ محیر العقول، مافوق الفطرت واقعات کا ایسا تسلسل جو انسان کو اپنی گرفت میں یوں لیتا

ہے کہ وہ خود کو اسی دنیا کا حصہ سمجھنے لگتا ہے۔ انسان ان کہانیوں میں اپنے تشنہ خوابوں اور نا آسودہ خواہشوں کی تکمیل پا تا ہے۔ جن و پری، دیوی و دیوتا، وحوش وطیور ہوں یا بہادر و جری اور طاقت ور انسان، ان سے سرزد ہونے والے واقعات اور فتوحات میں خود کو شامل سمجھتا ہے اور یوں مافوق الفطرت دنیا اسے اتنی ہی حقیقی معلوم ہونے لگتی ہے جتنی کہ اس کے گرد و پیش کی دنیا۔ انسان کا بچپن انھی کہانیوں سے رنگین اور خوب صورت ہوتا ہے۔ بچپن گزرنے کے باوجود بھی اس دور سے قطع تعلق نہیں کرتا۔ ان کہانیوں کی فضا اس کی اپنی دنیا سے مماثل بھی ہے اور مختلف بھی۔ ان چیزوں کے بیان میں جو ان دیکھی اور غیر معمولی ہیں، انھیں سمجھنے کے لیے وہ اپنے تخیل سے مدد لیتا ہے۔ کوہ قاف کا وجود دنیا کے نقشے پر ہونہ ہو اس کے تخیل میں اس کے تمام خدوخال موجود ہیں۔ وہ کرداروں کے دکھ، سکھ محسوس کرتا ہے۔ ان کے شر سے نفرت اور نیک اعمال کو سراہتا ہے۔ یوں کہانی غیر محسوس طریقے سے اس کی شخصیت کی تشکیل و تعمیر میں ایک خاموش کردار ادا کرتی ہے۔ وہ ہر چیز، ہر جذبے اور ہر واقعے کو اپنے احساسات و مشاہدات کی روشنی میں پرکھتا ہے۔ وہ جانوروں کو دیکھتا ہے تو اسے محسوس ہوتا ہے کہ یہ بھی انسانوں کی طرح کی مخلوق ہیں اور جذبہ و احساس سے عاری نہیں۔ وہ ان کہانیوں میں پرندوں اور جانوروں کو بولتا ہوا دیکھتا ہے۔ بندر کا نصیحت آمیز لیکچر، شہزادے کی جان کا طوطے میں ہونا، مینا کے سر سے کیل کے نکلتے ہی شہزادی کا نمودار ہو جانا، خوفناک اژدہوں کے منہ سے اگلتی آگ کا بستیوں کو جلا کر راکھ کر دینا، شہزادی کا مدتوں سونا اور شہزادے کا مشکل مہمات سر کر کے اس تک پہنچنا اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہونا کہ یہ بھی ایک اصول رہا ہے کہ داستان کا انجام کبھی المیہ پر نہیں ہوتا۔

ہزار ہا سال پہلے کہی گئی داستانیں اور قصے کہانیاں آج بھی مقبول ہیں، آج بھی بچے ان مثالی کرداروں کے منتظر رہتے ہیں، جو میلوں کا سفر لمحہ بھر میں طے کر لیتے ہیں، جادوئی آنکھ رکھتے ہیں، ان میں اڑنے اور غائب ہو جانے کی قوت ہے، اتنے جری ہیں کہ مدِ مقابل کے بیس بیس آدمیوں کو تنہا تیغ کر رکھ دیتے ہیں۔ فرق ہے تو صرف اتنا کہ کل کے بچے ان کرداروں کے کارناموں سے مطالعے کے ذریعے آگاہ ہوتے تھے۔ اب یہی کام بصری ذرائع ابلاغ سر انجام دے رہا ہے اور بچہ آنکھ کھولتے ہی کارٹونوں کی محیر العقول دنیا سے وابستہ ہو جاتا ہے۔ داستان، قصہ، کہانی اور کارٹونز تک کے اس سفر میں کون کون سے پڑاؤ آئے، کیا ہر عہد میں، ہر زبان میں بچوں کے جذبۂ تجسس، کھوج اور جستجو کی تکمیل ہوتی رہی یا صورت حال اس کے برعکس تھی، ان امور کا جائزہ لیا جائے تو ایک پہلو یہ بھی سامنے آتا ہے کہ اردو زبان میں بچوں کے ادب کی کمی کا شکوہ روزِ اول ہی سے موجود ہے، بچوں کو نظر انداز کر دینے کا رجحان یا یہ نقطۂ نظر کہ بچوں کے لیے لکھنے کے لیے وقت نہیں یا اسے اپنے مرتبے سے کم درجے کا کام شمار کر کے اس کی جانب سے عدم توجہی یا ہمارے دانشور، ادیب اور شاعر زبان و بیان کی اس سطح تک پہنچ چکے ہیں کہ اب ان کے لیے بچوں کی ذہنی سطح اور علمی مدارج تک آنا مشکل محسوس ہوتا ہے یا یہ سوچ کہ بچوں کا ادب بچے خود ہی تخلیق کرتے اچھے لگتے ہیں۔ وجہ کوئی بھی ہو اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ تخلیق کاروں نے اس پہلو پر زیادہ توجہ نہ دی لیکن یہ کہنا کہ بچوں کے ادب کے سلسلے میں اردو ادب تہی دامن یا کم مایہ ہے درست نہ ہوگا۔ بچوں کے ادب کی تاریخ پر نگاہ کی جائے تو اس سلسلے میں ہمیں پہلے پہل مغلیہ سلطنت کے ابتدائی دور میں بچوں کے لیے کہی گئی حمد و نعت اور اخلاقی مضامین پر مشتمل ضیاالدین خسرو کی تخلیق ''خالق باری'' جو ۱۰۳۱ھ میں شائع ہوئی، ملتی ہے۔ خالق باری کو حضرت امیر خسرو سے بھی منسوب کیا جاتا ہے، پھر اس کے تتبع میں لکھی گئی اللہ باری، رازق باری، ایزد باری، حامد باری، بالک باری، صنعت باری، فیض جاری وغیرہ اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔ یہ کتب بچوں کے اخلاق سنوارنے، مذہب سے واقفیت پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی اور اردو زبان سکھانے میں مددگار تھیں۔ امیر خسرو کی پہیلیاں اور ہندی دو سخنے آج بھی بچے سن کر حیران ہوتے ہیں اور خوش بھی۔

برہمن پیاسا کیوں......گدھا اداسا کیوں   لوٹا نہ تھا
گوشت کیوں نہ کھایا......ڈوم کیوں نہ گایا   گلا نہ تھا

جوتا کیوں نہ پہنا.....سموسہ کیوں نہ کھایا   تلا نہ تھا
انار کیوں نہ چکھا.....وزیر کیوں نہ رکھا   دانا نہ تھا۔ (۱)

نظیر اکبر آبادی عوامی شاعر کہلائے، زندگی کو عوامی سطح پر بسر کیا اور ہر حال میں زندگی سے لطف و انبساط حاصل کرنے کی جو صلاحیت ان میں تھی، کم دیکھنے میں آتی ہے۔ استاد تھے، بچوں کی ذہنی سطح اور ان کی پسند ناپسند سے آگاہ تھے، ریچھ کا بچہ، گلہری کا بچہ، ہنس نامہ، پتنگ بازی اور کبوتر بازی جیسی نظمیں کہیں جو بچوں کی تفریح طبع کے لیے تھیں۔ مجتبیٰ حسین کہتے ہیں کہ جب وہ بچوں کے لیے نظمیں لکھتے تو ان میں گھل مل جاتے، وہ لفظوں سے کھیلتے تھے۔ جس طرح بچہ کھلونوں سے کھیلتا ہے ان نظموں میں وہ ایک بچے کی شکل میں نظر آتے ہیں۔ (۲)

غالب ایک جہت ساز شخصیت تھے۔ نثر اور شعر میں ان کے ادبی مرتبے کے سبھی قائل ہیں، بچوں کے ادب میں بھی انھوں نے جو کام کیا وہ اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ اپنے جواں مرگ بھانجے عارف کے بچوں باقر علی خاں اور حسین علی خاں کو فارسی سکھانے کے لیے بہت آسان اور رواں انداز میں منظوم صورت میں ''قادر نامہ'' تحریر کیا۔ ہماری نسل اردو سے ہی دور ہوتی جا رہی ہے ورنہ فارسی زبان سیکھنے کے لیے یہ ایک بہت اچھی کاوش ہے۔

تیغ کی ہندی اگر تلوار ہے
فارسی پگڑی کی بھی دستار ہے
چاہ کو ہندی میں کہتے ہیں کنواں
دود کو ہندی میں کہتے ہیں دھواں (۳)

پھر سرسید کا اصلاحی دور آیا۔ بچوں کے ادب پر بھی کام ہوا۔ ڈپٹی نذیر احمد کے تخلیق کیے ہوئے کردار، اصغری، اکبری، ججن بی، مرزا ظاہر دار بیگ بچوں میں بھی مقبول ہوئے۔ آزاد، جو اپنی طلسماتی نثر اور انفرادی انشائی اسلوب کے سبب ادب میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، بچے بھی ان کی پیدا کی ہوئی حیرت زا فضا میں گم ہو کر رہ جاتے، بچوں کے لیے نصابی کتب کی تیاری میں مولانا آزاد نے بچوں کے تعلیمی مقاصد کے ساتھ ساتھ دلچسپی کے پہلو کو بھی نظر میں رکھا، قصص ہند ہو یا نصیحت کا کرن پھول بہت دلچسپی سے پڑھی گئیں۔ مولانا حالی نے اخلاقی و مذہبی اقدار و روایات کو پیش نظر رکھا، لیکن ان عنوانات پر بھی نظمیں کہیں جو بچے کی تفریح اور دلچسپی کا سبب بنیں، ان میں ''بلی اور چوہا''، مرغی اور اس کے بچے''، ''شیر کا شکار''، ''میں کسان بنوں گا''، ''گھڑیاں اور گھنٹے''، ''نیک بنو''، ''نیکی پھیلاؤ'' یوں حالی نے واعظ و ناصح اور معلم اخلاق بن کر ہی نظمیں نہیں کہیں بلکہ بچوں کے لیے بچہ بن کر بھی نظمیں کہی ہیں۔

چمڑا مول منگاتا ہوں   دھو کے اسے سکھاتا ہوں
مل مل کر نرم بناتا ہوں   یوں چمڑے کو چمکاتا ہوں
میں موچی کہلاتا ہوں (۴)

حالی بنیادی طور معلم اخلاق تھے، یہی سبب ہے کہ ان کی بچوں کے لیے لکھی گئی بیشتر نظموں کی لے اتنی موثر اور موسیقیت لیے ہوئے نہیں کہ بچے اسے بغیر کسی کدوکاوش کے انھیں ذہن نشین کر لیں۔

رحم ہے سب کو رحم سکھاتا   ظلم ہے سب کو ظلم سجھاتا
نیک ہے نیکی سب کو بتاتا   بد اوروں کو ہے بد بناتا

ایسے اشعار بچوں کی مسدس حالی تو کہلائے جا سکتے ہیں (۵)، ان کی رگوں میں خون بن کر نہیں دوڑتے۔

اسمٰعیل میرٹھی نے بچوں کے لیے بہت پر لطف و دلچسپ نظمیں کہیں۔ بڑھتی عمر کے بچوں کے لیے نظمیں لکھتے ہوئے

بچوں کی پسند کو پیشِ نظر رکھا عمومی و روزمرہ کی چیزوں پر ان کی نظمیں ''چڑیا''، ''اونٹ''، ''گھوڑا''، ''خرگوش''، ''ہماری گائے'' اور ''پن چکی'' کے اشعار آج بھی بچپن کی یاد تازہ کر دیتی ہیں۔ چکبست، مولانا راشد الخیری، سورج نرائن مہر، وغیرہ کی کہانیوں اور منظومات نے بچوں کے اخلاق کے سدھار اور ذہنی تفریح میں اہم کردار ادا کیا، یہ تخلیق کار بچوں کی نفسیات سے آگاہ تھے اور جانتے تھے کہ کس پیرائے میں کہی گئی بات انھیں متاثر کرے گی۔ تلوک چند محروم مدرس تھے، بچوں کی نفسیات سے آگاہ تھے۔ ''بہارِ طفلی'' اور ''بچوں کی دنیا'' میں شامل نظموں کی صوتیات بچوں کو متوجہ کرتی ہیں۔ تکرارِ لفظی اور تکرارِ حرفی سے پیدا ہونے والا آہنگ انھیں متاثر کرتا ہے اور غیر محسوس طریقے سے وہ زندگی کی مثبت خوبیوں سے آشنا ہوتا جاتا ہے۔

سورج کی چمک...... تاروں کی جھلک...... باغوں کی مہک...... بلبل کی چہک...... کندن کی ڈلک...... موتی کی دمک...... موجود ہیں اک سچائی میں (۶)

علامہ اقبالؒ شاعرِ مشرق، مفکرِ عجم اور تصورِ پاکستان کے خالق تو بعد میں ہوئے، اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں انھوں نے بچوں کے لیے نظمیں کہیں، ''ہمدردی''، ''بچے کی دعا''، ''پہاڑ اور گلہری''، ''مکڑا اور مکھی''، ''گائے اور بکری''، ''جگنو''، ''ماں کا خواب'' اور ''پرندے کی فریاد'' ہر اردو پڑھنے والے بچے کی پسندیدہ ہیں۔ یہ نظمیں طبع زاد بھی ہیں اور ماخوذ بھی، لیکن علامہ اقبالؒ نے انھیں اس طرح اپنے ماحول اور مزاج سے یوں ہم آہنگ کیا ہے کہ ذرا بھی اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔ اقبال کی نظموں میں جو شرفِ قبولیت ''بچے کی دعا'' کو حاصل ہوا، یہ بے مثل ہے۔ دور دراز کے شمالی علاقوں میں چلے جایئے یا شہروں، قصبوں کی کچی بستیوں میں یا بعض پوش سکولوں میں بھی درسی اوقات کا آغاز اسی نظم سے ہوتا ہے...... اس دعا کا لب ولہجہ کہہ رہا ہے کہ علامہ کے نزدیک مثالی بچہ وہ ہے جسے علم کی طرح پروانے سے محبت ہو...... گویا بچے کے حوالے سے آنے والی نسل کو ایک ذمہ داری سونپی گئی ہے اسے کل جو کچھ کرنا ہے اس کی نشان دہی کی گئی ہے...... بچوں کے لیے لکھی ان مختصر نظموں میں اقبال کا دل و دماغ بول رہا ہے اور ان ابتدائی نظموں میں اقبال کے سیاسی و اقتصادی نظریات اور فلسفہء زندگی کے اجزائے ترکیبی ملتے ہیں۔ جس کا بنیادی وصف اپنی ذات کا دوسروں کے لیے مفید ہونا ہے، خواہ وہ جگنو کی چمک ہو یا شمع کا نور...... ''ایک مکڑا اور مکھی'' میں سرمایہ دار حیلہ گر وہی مکڑا ہے جس نے سرمایہ دارانہ نظام کا ایسا جال بن رکھا ہے کہ جو مکھی اس میں ایک مرتبہ پھنس گئی، وہ کبھی اپنی جان نہ بچا پائے گی۔ یہ مکھی تیسری دنیا کی پس ماندہ اقوام کی علامت ہے۔ ''پہاڑ اور گلہری'' میں آج کتنے ہی پہاڑ گلہریوں کو تضحیک کا نشانہ بناتے ہوئے اس امر کو فراموش کر دیتے ہیں کہ خدا کے کارخانے میں کوئی چیز نکمی نہیں۔ (۷)

اقبال کے متروک کلام میں بھی بچوں کے لیے لکھی گئی نظمیں، ''شہد کی مکھی''، ''ننھی سی ایک بوند''، ''محنت''، ''گھوڑوں کی مجلس''، ''چاند اور شاعر'' اور ''چند نصیحتیں'' وغیرہ شامل ہیں۔ (۸)

مولانا احسن مارہروی، پریم چند، علامہ تاجور نجیب آبادی، لبیب تیموری، اختر شیرانی، عبدالمجید سالک، مولانا چراغ حسن حسرت، شوکت تھانوی، کرشن چندر، راجہ مہدی علی خاں نے بچوں کے شعری و نثری سرمائے میں گراں قدر اضافہ کیا اور سنجیدہ اور مزاحیہ ہر دو پیرائے میں ایسی تخلیقات پیش کیں، جو ان نونہالانِ چمن کے لیے دلچسپی کا باعث تھیں اور ان کے علم میں اضافہ، ان کی تربیت میں غیر محسوس طریقے سے اہم کردار بھی ادا کرتی تھیں۔ چراغ حسن حسرت فکاہی ادب میں نمایاں مقام رکھتے ہیں، وہ اس امر سے بھی آگاہ تھے کہ بچوں کی تعلیم و تربیت میں مشاہیر اسلام کی سوانح حیات اور کارناموں سے آگاہی معاون ثابت ہوتی ہے، چنانچہ انھوں نے سرکار مدینہ ﷺ اور خلفائے راشدین کی حیات طیبہ کے علاوہ، دیگر مذہبی اور قومی رہنماؤں پر مختصر مگر جامع کتب تشکیل دیں اور ایسے فرضی کردار بھی تخلیق کیے جن کی صفات بچے کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔

بچوں کے لیے لکھی گئی اصلاحی، حقیقی و تخیلاتی کہانیاں قابل فہم معلومات اور ذہنی آسودگی و تفریح مہیا کرتی ہیں۔ یہ کہانیاں اور نظمیں ہی ہیں جو ان ننھے ذہنوں کو باہر کی دنیا سے رابطے میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ کہانی کی دنیا کا ماحول ہو یا

انسانی وغیر انسانی کردار، بچے کی دنیا ان نئے اور نامعلوم اجزا اور افراد سے تشکیل پا کر روز بروز وسعت پاتی ہے۔ وہ نیکی سے محبت اور بدی سے نفرت کرنا بھی سیکھتا ہے اور اچھے برے کی یہ پہچان اس کی روزمرہ زندگی میں کام آتی ہے۔ اپنی قوم کا درد، اپنے وطن سے محبت، اپنی مٹی کی اہمیت اور اپنے مذہب کے لیے جان کی بازی لگا دینے کا جذبہ غیر محسوس طریقے سے اس کے خون میں سرایت کر جاتا ہے۔ کتاب سے محبت اسے زندگی سے محبت سکھاتی ہے۔

ان کہانیوں کا تعلق اسلامیات سے ہو یا پاکستانیات سے، جاسوسی ناول ہوں یا مہم جوئی کے قصے، اساطیری و دیو مالائی کرداروں پر مبنی تخیلی تماثیل ہوں یا سراغ رسانی کے واقعات، مزاحیہ اور طنزیہ کہانیاں ہوں یا ان دیکھے دیاروں کے سفر نامے، حیوانات ہوں یا نباتات کے موضوعات، تاریخ ہو یا جغرافیہ سے متعلق، سائنس فکشن ہو یا فنی عنوانات، بچوں نے اپنے رجحان اور پسند کے مطابق ان کا انتخاب کیا اور ان سے حظ بھی اٹھایا اور علم بھی حاصل کیا۔ بچوں کے ادب کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ڈاکٹر محمود الرحمٰن کے مطابق بچوں کے لیے تخلیق کیے گئے ادب کا تجزیہ مختلف عنوانات کے تحت کیا جا سکتا ہے، مثلاً اسلامیات، اس عنوان کے تحت اسلامی تعلیمات، قرآنِ پاک اور احادیثِ مبارکہ کو موضوع بنایا گیا ہے، بہت سے مصنفین نے اس اہم موضوع پر توجہ دی ہے۔ ایک اور پسندیدہ موضوع سوانح نگاری سے متعلق ہے۔ سیرت رسول مقبول ﷺ پر جتنی کتب لکھی گئی اس کی مثال ملنی ممکن نہیں، بچوں کی اخلاقی پرداخت کے لیے رسول ﷺ سے بہتر کوئی اور ہستی نہیں ہوسکتی، پھر صحابہ کرامؓ، صحابیاتؓ، تابعین، تبع تابعین، خلفائے راشدین، بزرگانِ دین، انبیائے کرام جن میں حضرت آدم و نوح و داؤد و سلیمان و ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ وغیرہ اہم ہیں، مسلمان حکمران و فاتح، سپہ سالار و جنگ جو، تحریک پاکستان، جنگِ ستمبر ۱۹۶۵ء و دسمبر ۱۹۷۱ء کے ہیرو، قومی رہنما، ادیب و شاعر کے علاوہ گمنام لیکن باکمال و جاں نثار افراد کی سوانح شوق سے پڑھی جاتی ہے۔ مصنفین ان شخصیات کا انتخاب، اُن کے کردار کی عظمت اور اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے دی گئی قربانیوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے کرتے ہیں۔ ان پر لکھنے کا مقصد قوم کے نونہالوں کو ان سے متعارف کروانا ہی نہیں بلکہ ان کی ذات سے کچھ سیکھنا بھی ہوتا ہے۔ تاریخ کے موضوع پر بھی بچوں کے لیے کتب لکھی گئی ہیں، جن میں اسلامی تاریخ سرفہرست ہے۔ پاک و ہند کی تاریخ بھی نشیب و فراز سے بھری پڑی ہے، قدیم تہذیب و تمدن، خواہ وہ عراق و مصر کی سومیری تہذیب ہو یا بابل و نینوا کے معلق باغات، ٹھٹہ، گندھارا، ٹیکسلا، ہڑپہ، موہنجوڈارو، اجنتا الورا کی خواب ناک تہذیبیں یا دیگر ممالک کی تاریخ و تہذیب اور جغرافیہ، مسلم ممالک ہوں یا غیر مسلم، سبھی کو عنوان بنایا ہے۔ سائنس، صحت و تندرستی، حیوانات، نباتات، معلوماتِ عامہ، تعلیم و تربیت، اور طنز و مزاح کو بھی موضوع بنایا گیا ہے۔ (۹)

شفیع الدین نیّر، ابوالمنیم فرید آبادی، سیّد سلیمان ندوی، منشی ممتاز علی، رگوناتھ سہائے، محمدی بیگم، صوفی تبسم، سراج الدین ظفر، امتیاز علی تاج، حفیظ جالندھری، ابوتمیم فرید آبادی، حجاب امتیاز علی، انور عنایت اللہ، سیّد عابد علی عابد، سر شیخ عبدالقادر، محمد حسین حسان، اندر جیت شرما، ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر عابد حسین، ہاجرہ مسرور، مرزا ادیب، الطاف فاطمہ، حفیظ جاندھری، غلام عباس، عبدالواحد سندھی، آغا اشرف، الیاس احمد مجیبی، ابوالخیر کشفی، رفیق خاور، ارشد تھانوی، سیّد وقار عظیم، اے حمید، حکیم محمد سعید، عزیز اثری، کلیم چغتائی، مسعود احمد برکاتی، خواجہ عابد نظامی، اسحاق جلال پوری، فرخندہ لودھی، عبدالمجید بھٹی، یونس جاوید، مائل خیر آبادی، حسن عابدی، بنت اسلام، عبدالحسن شاہین، ضیغم مغیرہ، عابد نظامی، خالد بزمی، مظہر کلیم، نصیرالدین حیدر، انور داؤدی، مہر نگار مسرور، سعید لخت، رضیہ فصیح احمد، یونس جاوید، مسلم ضیائی، رضا علی عابدی، ڈاکٹر سلیم اختر، فیروز الدین احمد، خالد مسعود چودھری، ڈاکٹر محمود الرحمٰن، ستار طاہر، ڈاکٹر اسد اریب، ڈاکٹر تبسم کاشمیری، ڈاکٹر خالد مسعود اور افشاں ساجد، یہ وہ نام ہیں جو میرے ذہن میں بغیر کسی تقدیم و تاخیر کے آئے، انھوں نے یا تو خود بچوں کے لیے لکھا یا بچوں کی دلچسپی کے لیے لکھے گئے ادب کا تجزیہ کیا یا ان کی ترویج و اشاعت کا اہتمام کیا۔ انھوں نے اپنی اس ذمہ داری کا ہمیشہ خیال رکھا کہ اس آزاد

مسلم مملکت کے نونہالوں کو آزادی کی اہمیت، اپنے بزرگوں کی قربانیوں، مشاہیر تحریک آزادی کے کارناموں، حب الوطنی کے جذبے اور مذہبی اور معاشرتی اقدار و روایات سے روشناس کرایا جائے۔ چنانچہ ارکان اسلام، پیغمبر اسلام، مجاہدین اسلام اور دیگر مذہبی موضوعات پر نہایت عام فہم انداز میں لکھا۔ تحریک پاکستان کے پس منظر میں لکھا گیا ادب بچوں کو اپنے قومی رہنماؤں اور ان کی ان تھک محنت، اپنے مقاصد سے لگن اور نصب العین کی جستجو میں اپنی ذات کو پس پشت ڈال دینے کے جذبوں سے متعارف کراتا ہے۔ یہ مصنفین اور ناشرین بچوں کی نفسیات سے آگاہ ہیں، بچوں کی عمر کے مطابق موضوعات منتخب کرتے ہیں اور ان کی ذہنی استعداد کے مطابق الفاظ کا انتخاب کرتے ہیں پھر وہ اس امر سے بھی آگاہ ہیں کہ کس عمر کے بچے کے لیے الفاظ کا فونٹ کون سا بہتر رہے گا، کتاب کا سائز کتنا ہونا چاہیے، صفحات کتنے ہوں، کہانی کو سمجھنے کے لیے کون سی تصاویر مددگار ہوں گی اور کون سے رنگوں کا استعمال مناسب ہوگا۔

صوفی تبسم ایک بہترین استاد، معتبر دانشور، خوب صورت شاعر اور مترجم تھے۔ ڈاکٹر نثار احمد قریشی نے صوفی تبسم پر شائع ہونے والے ڈاکٹریٹ کے لیے لکھے گئے مقالے میں ان کی بچوں سے دلچسپی اور محبت کا خصوصی طور پر جائزہ لیا ہے۔ صوفی تبسم نے بہ امر مجبوری اپنے ذاتی بچوں کے لیے نظمیں کہیں کہ گھر میں نانی، دادی موجود نہ تھیں، پطرس کی حوصلہ افزائی نے انھیں آمادہ کیا کہ وہ قوم کے نونہالوں کو بھی اس حظ میں شریک کریں جو ان کے اپنے بچوں تک محدود تھا۔ ذہین و شرارتی بچوں سے محبت نے ان سے زندگی سے بھرپور نظمیں کہلائیں اور وہ بچے جو شرمائے شرمائے رہتے تھے انھیں بھی کھل کر مسکرانے بلکہ قہقہہ لگانے پر مجبور کیا۔ بظاہر یہ نظمیں محض تفریح طبع کے لیے کہی گئی ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے، خود صوفی صاحب کے الفاظ میں ''......ان کی توجہ، وابستگی اور انہماک، ان کی آنکھوں کی چمک اور لبوں کی مسکراہٹ سے ظاہر ہو جاتا ہے اور بچوں کا یہ طبعی تاثر اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مناسب اور موزوں طریق سے مستفید ہو رہے ہیں۔''(۱۰)

ایک زمانے میں ریڈیو سے نشر ہونے والے بچوں کے پروگرام بھی بچوں میں بہت دلچسپی سے سنے جاتے تھے۔ بچے چھٹی کے دن بہت شوق سے ان کا انتظار کیا کرتے تھے۔ ان میں شرکت کرنے والے کردار قاضی جی ہوں یا منی باجی، بچے اِن اَن دیکھے کرداروں سے بے پناہ اپنائیت محسوس کرتے۔ آج ٹیلیویژن کے بے شمار چینلز کے سیلاب میں بچہ متجسس زیادہ ہے یا حیران و پریشان، لیکن وہ عینک والے جن کو فراموش نہیں کر پایا ہے۔ ٹیلی ویژن کی آمد سے قبل ریڈیو کا طوطی بولتا تھا، ریڈیو کے لیے صوفی تبسم کی اردو اور پنجابی میں لکھی گئی کہانیاں اور نظمیں طلبہ اور بچوں میں بہت مقبول رہیں۔ ۱۱مارچ ۱۹۵۱ء ریڈیو سے پہلی مرتبہ سنہری کہانیاں نشر ہوئی، اپنی زندگی کے آخری دور تک وہ اپنے بچپن کو آواز دیتے رہے، ریڈیو سے نشر ہونے والی چند کہانیاں اور منظومات کے عنوان دیکھیے بڑھیا کی بلی، یاداں تے فریاداں، بلی پڑھنے گئی، میرا طوطا، ایک تھا لڑکا ٹوٹ بٹوٹ، ٹوٹ بٹوٹ کی خالہ آئی، ٹوٹ بٹوٹ نے دیر لگائی کوئٹے آ گیا ہے ٹوٹ بٹوٹ، وہ لڑکی ٹوٹ بٹوٹی ہے، ایک دن ٹوٹ بٹوٹ کا تایا۔(۱۱)

ٹوٹ بٹوٹ ایک زندہ کردار ہے اور ہر بچہ اس کردار میں اپنی یا اپنے دوست کی جھلک دیکھ کر مسرور ہوتا ہے۔ عذرا اور ثریا کی گڑیا بے جان کھلونا نہیں بلکہ ہر بچی کی زندگی میں ایک جیتے جاگتے کردار کی صورت میں نظر آتی ہے، جس سے وہ دل کی بات کہتی اور سنتی دکھائی دیتی ہے۔

بچوں کے لیے رسائل کی اشاعت میں مدیران کرام جس دلجمعی اور جان فشانی کے ساتھ مصروف عمل ہیں وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ بچوں کی تعلیم و تربیت میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں اور یہ رسائل مدیران کرام کی محنت اور اس محبت کے آئینہ دار ٹھہرے جو ان کے دلوں میں نئی پود کے لیے ہے۔ ہندوستان سے پیامِ تعلیم (دہلی) غنچہ (بجنور) سعید (کانپور) بچوں کی دنیا (الہٰ آباد)(۱۲) مولانا تاجور نجیب آبادی کا ہفتہ وار ''پریم'' رائے صاحب لالہ رگھو ناتھ سہائے کا ہفتہ وار''

گلدستہ،''(۱۳) قیامِ پاکستان سے پہلے ہی سے لاہور سے جاری ہونے والے رسالے، پھول، تعلیم وتربیت اور ہدایت اپنی رنگا رنگ کہانیوں اور نظموں کی بنا پر بچوں میں بے حد مقبول تھے۔ پاکستان سے بچوں کا اخبار، کھلونا، بھائی جان، ہمدرد نونہال، سہیلی میگزین، ذہین، کھیل کھیل، روشنی، نور، اطفال، ستارہ، پھلواری، آنکھ مچولی، ساتھی، معصوم، اسلام، ٹوٹ بٹوٹ، شاہین، گلدستہ، انکل سرگم، وغیرہ وہ رسائل ہیں، جو بچے کی ذہنی پرداخت میں نمایاں کردار ادا کرتے ہیں۔ قومی اخبارات کے بچوں کے صفحات بھی پابندی سے شائع ہوتے ہیں۔ بے شمار کتابوں کے مصنف ابن صفی اور سیکڑوں کتابوں کے خالق اشتیاق احمد کو اردو ادب کے بعض بڑوں نے ادب سے خارج کر دیا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں، جنھوں نے بچوں میں مطالعے کا شوق پیدا کیا، اپنی زبان کی پہچان کرائی اور اپنی زبان سے محبت کرنا سکھایا۔ مولوی عبدالحق تو برملا ابنِ صفی کے اردو زبان پر احسانات کا تذکرہ کرتے ہیں اور اردو زبان وادب کے اہم نقاد جناب ابوالخیر کشفی انھیں ان الفاظ میں یاد کرتے ہیں ......میں اس بات پر اصرار نہیں کرتا کہ ہندوستان میں ابنِ صفی اردو کی بقا کا واحد ذریعہ تھے، صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جن عناصر نے ہندوستان میں اردو کتابوں کی روایت کو برقرار رکھا، ابن صفی ان عناصر میں سے ایک عنصر تھے۔(۱۴).....کوئی مجھ سے طنزیہ سوال کرتا کہ ابنِ صفی کو کیوں پڑھتے ہو تو میں پوری قوت سے جواب دیتا کہ ابنِ صفی آپ کے شہر کے عظیم ناول نگار سے بہتر زبان لکھنا جانتے ہیں۔(۱۵) ابنِ صفی کی تحریروں کے منتظرین میں محمد حسن عسکری، سرشار صدیقی اور ان کے کئی ہم عصر اہلِ قلم شامل تھے۔ شرط صرف یہ کہ انھوں نے ابن صفی کو پڑھا تھا، اکثریت ان لوگوں کی تھی جنھوں نے انھیں پڑھے بغیر رد کر دیا تھا۔

اشتیاق احمد ان مصنفین میں بھی اہم مقام رکھتے ہیں کہ جنھوں نے بچوں کی ذہنی پرداخت کے لیے احادیثِ نبوی کو بھی پیش نظر رکھا ہے اور سہل انداز میں احادیث نبوی متعارف کروائی ہیں۔ سیرت اور احادیث پر جو گراں قدر کام ہوا ہے اس سے صرف نظر ممکن نہیں۔ دعوہ اکیڈمی اس امر سے آگاہ ہے کہ کسی بھی قوم کی تہذیب وارتقا میں اس کی نئی نسل کی ذہنی ونفسیاتی اصلاح وتربیت اہم کردار ادا کرتی ہے، ڈاکٹر افتخار کھوکھر نے جہاں بچوں کے ادب پر بہت کام کیا ہے، وہیں بچوں کے لیے قرآن وحدیث سے متعلق رسائل وتصانیف کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے، یہ جان کر خوشی ہوتی ہے کہ اس اہم موضوع پر ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔(۱۶) یونی ورسٹی گرانٹس کمیشن کی جانب سے قائم کردہ ہجری مطبوعات کمیٹی نے بھی بچوں کے لیے پیام رسول کی اشاعت وترویج کا اہتمام کیا۔

یہ ایک خوش آئند امر ہے کہ بچوں کے ادب کی تخلیق وترویج میں محترمہ ثاقبہ رحیم الدین نے جو اہم خدمات سرانجام دی ہیں، اس کے اعتراف میں سید عابد رضوی نے سات سو پچھتر صفحات پر مشتمل ایک کتاب ''ممتا ہی ممتا'' کے نام سے تصنیف کی ہے، جس میں ان کی شخصیت، نئی نسل کی فلاح و بہبود اور بچوں کے ادب کے فروغ کے لیے کی گئی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ ثاقبہ رحیم الدین نے بچوں کے لیے بہت لکھا اور اچھا لکھا ہے۔ ان کی کتابوں میں صبح کا تارا، جاگو جاگو، دوستو چلے چلو، سورج ڈھلے، کرنیں، چاند نکلا، گلاب، بادل جھومے، نیند آئی، پیغامِ محبت اور انسانیت شامل ہیں۔(۱۷)

یہاں ان کہانی نویسوں کا تذکرہ ضروری نہیں کہ جنھوں نے بچوں کے ادب کے نام پر بے مقصد اور لایعنی کہانیوں کی اشاعت کو ذریعہ معاش جانا۔ کاش وہ یہ بات جانتے کہ اگر بنیاد سیدھی نہ رکھی جائے تو ساری عمارت ٹیڑھی تعمیر ہو گی۔

اردو کے وہ اہم شاعر جو نظم اور غزل میں بڑا نام رکھتے ہیں، انھوں نے بچوں کے لیے بھی بہت خوبصورت شاعری کی ہے، لیکن افسوس کہ ان کے اس پہلو کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ بچوں کے شاعر کی حیثیت سے ابوالاثر حفیظ جالندھری، عبدالمجید بھٹی، سراج الدین ظفر، احمد ندیم قاسمی، نے شہرت پائی۔ محشر بدایونی، ابن انشا، قتیل شفائی، قیوم نظر، عشرت نظامی، بشیر منذر، عشرت رحمانی، شہلا شبلی، عابد نظامی، رفیق احمد خان، فیض لدھیانوی، آغا شیدا کاشمیری، خاطر غزنوی، سلیم فاروقی، افضل صدیقی اور سحر رومانی نے بھی بچہ بن کر بچوں کے لیے رواں دواں بحروں میں نغمگی اور موسیقیت سے لبریز نظمیں کہیں، ان

نظموں سے بچوں کو روشناس کرانا ضروری ہے [۱۸] ان کی نظمیں بچے کو پرندوں، جانوروں، پھولوں، پھلوں، چاند تاروں، او را پنے ہی جیسے بچوں اور اپنے بزرگوں سے محبت کرنا سکھاتی ہیں، وہی بچہ جو عمر کے ایک خاص دور میں خود پسندی کی طرف مائل تھا، اب وہ نہ صرف یہ کہ اپنے گرد و پیش میں بسنے والے انسانوں، جانوروں اور پرندوں سے محبت کرنے لگتا ہے بلکہ کتابوں میں بسنے والے کرداروں کو اپنے سے قریب سمجھنے لگتا ہے، وہ ٹوٹ بٹوٹ ہو، ثریا کی گڑیا ہو، بلو کا بستہ ہو، بلبل کا بچہ ہو، سبھی اس کے دوست ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے اس کی پہلی نسل کے بچے اور جوان میاں خوجی، حاجی بغلول، مرزا جی، قاضی جی، شیطان، بڈی اور قاضی عبدالودود بیگ سے ان مٹ دوستی رکھتے تھے اور یہ رشتہ آج کے بچے بھی برقرار رکھنا چاہتے ہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ انھیں ان کرداروں سے متعارف تو کرایا جائے۔

بچوں کے لیے مرتب شدہ شعری مجوعے شاعر کی بچوں سے محبت اور دلچسپی کی روداد کہتے ہیں، انھیں بہترین کاغذ پر بہترین رنگوں اور تصویروں سے مزین کیا ہے۔ کچھ شعری مجموعوں کے عنوانات دیکھیے اور ان کی صوتیات کو مدِ نظر رکھیے، بچوں کے شعری مجموعوں کے عنوانات ایسے ہی ہونے چاہیں۔

بولتی الف، ب (سراج الدین ظفر) جھنجھنا (شہلا شبلی) جھولنے، ٹوٹ بٹوٹ (صوفی تبسم) بلو کا بستہ (ابنِ انشا) بولتی تصویریں (عبدالمجید بھٹی) آ ؤ بچو، گاؤ بچو (رفیق احمد خان) رس گلے، پھول، تارے، تتلیاں (عزیزالرحمن عزیز) ننھی منی نظمیں (خاطر غزنوی) پیارے گیت (آغا شیدا کاشمیری) ٹن ٹن ٹن ٹنا (مصلح الدین و ناہید نیازی) [۱۹]

ابن انشا نے ''بلو کا بستہ'' کی تخلیق کا جواز یوں پیش کیا ہے کہ یہ چھوٹی بڑی بیس نظمیں انھوں نے اپنی چھوٹی بہن بلقیس کے جی بہلانے کو لکھیں جنھیں بعد ازاں مولوی عبدالحق کی فرمائش پر ''بلو کا بستہ اور دوسری نظمیں'' کے عنوان سے ۱۹۵۷ء میں لارک پبلیشرز نے شائع کی، نجمی آرٹسٹ کے بنائے ہوئے خاکوں نے کتاب کی تزئین و آرائش اور دلچسپی میں اضافہ کیا۔ ان نظموں میں اعلیٰ مضامین کی تلاش یا اسلوبی خصائص کی جستجو بے معنی ہوگی لیکن یہ مترنم تک بندیاں ان بچوں کے لیے جو ابھی لکھنے پڑھنے سے دور ہیں، خوشی کی ایک لہر دوڑا دیتی ہیں یہ مقصدیت، مفید شاعری، اخلاقی سبق سے دور ہوں گی لیکن، ان کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ انھیں سن کر روتا بچہ بھی مسکرانے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

بلو کی گڑیا...... دیکھو تو بڑھیا...... سرخی لگائے ...... پوڈر جمائے ...... فلموں کے گانے ...... دن رات گائے ...... آفت کی پڑیا......
بلو کی گڑیا [۲۰]

نظموں کا ردھم ہو یا کہانی کا بہاؤ بچہ اس میں محو ہو کر رہ جاتا ہے۔ کہانی کی ابتدا ماں کی گود سے ہوتی ہے، بچہ جب آنکھ کھولتا ہے تو ایک تحیر کی فضا اپنے سامنے پاتا ہے، اس کے لیے ہر عمل ایک پہیلی ہوتا ہے، جستجو، کھوج اور تلاش اس کی عمر کے ساتھ ساتھ پروان چڑھتے ہیں۔ جب وہ پڑھنا نہیں جانتا، ماں، نانی اور دادی اس کے لیے ایسی ہستیاں ہوتی ہیں کہ جو اسے جب چاہتی ہیں پرستان کی سیر کروا دیتی ہیں، کبھی کوہ قاف کے پہاڑ تو کبھی سراندیپ کے ان دیکھے دیاروں کا سفر پر لے جاتی ہیں۔ یہاں اس بات کا تذکرہ ضروری ہے کہ نبیوں، پیغمبروں، ولیوں کے سادہ اور پاک طرزِ زندگی اور ان کے پیغام، معجزات اور کرشموں سے متعارف کروانے میں ان بزرگ خواتین کا کردار اہم رہا ہے، یوں بچوں کی کردار سازی کے حوالے سے ان کی کوششیں بہت بچپن سے ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ لوک گیتوں اور لوریوں کا ایک بڑا ذخیرہ سینہ بہ سینہ انھی کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے۔ حروف تہجی کی پہچان کے ساتھ ہی بچہ اُس دنیا میں قدم رکھتا ہے جسے وہ جاننا سمجھنا اور برتنا چاہتا ہے۔ کہانی ہو یا نظم وہ اس کے ذہن میں اٹھتے سوالوں کا جواب بھی دیتی ہے اور اس کے لیے دلچسپی کا سبب بھی ہے۔ آج ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر انجم رحمانی، ڈاکٹر عبدالرؤف، ڈاکٹر رضوان ثاقب، ناصر زیدی، رفیع الزماں زبیری، محمد یونس حسرت، سلیمان علوی، حسن ذکی کاظمی، حشمت اللہ لودھی، اختر عباس، خضر نوشاہی، محمد اصغر، عشرت زیب، رقیہ جعفری، عذرا اصغر، فریدہ حفیظ، توصیف تبسم،

پروین حق، نذیرانبالوی، عظمیٰ عالم، تورا کینہ قاضی، شکیل صدیقی، ظفر محمود، محبوب الٰہی، فاروق دانش، ڈاکٹر انوار جہاں، عفت گل اعزاز، اکرام قمر، شعیب مرزا، نیلوفر سلطانہ، طالب ہاشمی، کرامت بخاری، عباس العزم، محمد ایوب ساگر، اشرف نوشاہی، سلیم خاں گمی، عمر فاروق، امیرہ عالم، عزیز جہاں، غزالہ جاوید، خلیل جبار، محمد اسلام نشتر، شیما مجید، خورشید احمد انور، ڈاکٹر اسد اللہ قاضی، زبیدہ ڈوسل، زبیدہ شاہد بخاری، شبیر حسین، نعیم احمد بلوچ، دردانہ بنت غازی، شبہ طراز، صفیہ ملک، اے ڈی میکن، پروفیسر خالد بیگ، نیلوفر سلطانہ، محمد عادل منہاج، زاہدہ حمید، اقرار حسین شیخ، ڈاکٹر اطہر حسین صدیقی، مضطر اکبر آبادی، عدنان جہانگیر، احسن حامد، مرضیہ شاہین، عبیداللہ ممتاز، نازکفیل گیلانی، طالب ہاشمی اور دوسرے کئی تخلیق کار بچوں کے لیے لکھ رہے ہیں اور اچھا لکھ رہے ہیں۔ سید اشتیاق الحسن، ریاض صدیقی، صفدر شاہین نے بلا مبالغہ بچوں کے لیے سیکڑوں کہانیاں تحریر کی ہیں۔ مئی ۱۹۸۶ء تک ایک ریکارڈ کے مطابق صفدر شاہین ۶۰۷ کہانیاں تحریر کر چکے تھے، ان کہانیوں کا مرکزی کردار ٹارزن ہے جو اپنے جنگجویانہ انداز اور جرأت و بہادری کے سبب بچوں میں بے حد مقبول ہے[12]، پھر عمروعیار، شہزادی، شہزادے، جن، دیو، جادوگر، شیطان، آتشی بلا، بھوت، بدروح، ناگ، شیر اور ان دیکھی دنیا کی ان دیکھی مخلوق بچے کے ذوقِ تجسس میں اضافہ کرتی ہے۔ یہ مصنفین بچوں کے ذوقِ طلب سے آشنا ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ان کی تخلیق، علم کے حصول کے لیے، روحانی، دینی واخلاقی راہ ہدایت کے لیے، تنہائی دور کرنے کے لیے، تفریح کے لیے، وقت کے بہتر استعمال کے لیے، ذوقِ مطالعہ میں اضافہ کے لیے، زبان کو وسعت دینے کے لیے، ذہن کی کشادگی کے لیے بچے کی مددگار ہے۔ ایم ایچ مسعود بٹ نے ایٹمی توانائی، ایٹم کی کہانی ط، جوہری توانائی اور ہماری زمین جیسے سائنسی موضوعات پر لکھ کر بچوں کے ذہن میں پیدا ہونے والے سوالات کے جواب دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اردو اکیڈمی سندھ سے بھی بچوں کے لیے سائنسی کتابوں کے تراجم شائع کیے گئے۔ مترجم وقار احمد، صولت لکھنوی، فرید قیصر، خواجہ ضمیر علی، بلال احمد، ادریس صدیقی، رضا احسن فاروقی، محمد احسن فرخی، ڈاکٹر ایس اے شکور، سید سعید احمد، محمود احمد خان، ایم اے قریشی نے بچوں کی عمر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مختلف سائنسی موضوعات کے تراجم سہل زبان میں کیے۔ ''سائنس'' بچوں کے لیے، سائنٹیفک سوسائٹی پاکستان، کراچی یونی ورسٹی کیمپس سے جاری ہونے والے اس ماہنامے میں بہت سے ایسے موضوعات پر قلم اٹھایا گیا ہے جو بچے کے لیے انکشاف کا درجہ رکھتی ہیں۔ حسن ذکی کاظمی کا ''مشینی جاسوس'' بچوں میں بہت مقبول ہوا۔

یقیناً کئی ایسے اہم لکھاری بھی ہوں گے جن کی تخلیقات تک میری رسائی نہ ہو سکی یا لکھتے ہوئے میرے ذہن اور قلم نے انھیں فراموش کر دیا۔

بچوں کے لیے کہانیوں اور منظومات کا ایک بڑا ذخیرہ وہ بھی ہے جو انگریزی، عربی، فارسی، ترکی، چینی، جاپانی، ہندی، بنگالی اور دیگر بین الاقوامی زبانوں کے علاوہ علاقائی زبانوں مثلاً براہوی، پنجابی، سندھی، سرائیکی، پشتو، بلوچی اور ہندکو وغیرہ سے اردو زبان میں منتقل ہوا، کچھ کہانیاں اور ان کے کردار زمان و مکان کی حدود و قیود سے ماورا ہوئے، وہی کہانی اور ان کے کردار تھوڑے بہت تصرف کے ساتھ مشرقی و مغربی ادب میں نمایاں ہیں، الف لیلیٰ کی کہانیاں اور ان کے کردار ہوں، لوک کہانیاں ہوں یا چڑے چڑیا کی کہانی، بچوں کے ادب میں کلاسیکی درجہ حاصل کر چکی ہیں، بچوں کی کہانیوں کے غیر ملکی تراجم بھی بچوں میں بے حد مقبول رہے۔ ان تراجم میں ایشیائی ممالک بھی شامل ہیں اور یوروپی بھی۔ شاہد احمد دہلوی، عبدالمجید سالک، چراغ حسن حسرت، عشرت رحمانی، اشرف صبوحی، احمد ندیم قاسمی، سعید لخت، کشور ناہید، شفیع عقیل، عابدہ سلطانہ شامل ہیں یہ کہانیاں انفرادی طور بھی پیش کی گئی ہیں اور مختلف اداروں کی جانب سے بھی ان کی اشاعت کا اہتمام کیا گیا ہے جیسے ایشیا کی لوک کہانیاں، یونیسکو کے تعاون سے شائع کی گئی۔ ابن انشا کی ''تارو اور تارو کے دوست''، ایشیا کو پبلی کیشنز ٹوکیو جاپان کی جانب سے شائع کی گئی۔ ''خون کی باتیں'' اور ''شلجم کیسے اکھڑا'' ابن انشا کی وہ منظوم ترجمہ شدہ منظومات ہیں، جن میں بچوں

کے لیے نہایت سادہ وسہل زبان کو اپنایا گیا ہے اور ان کی نفسیات کو بھی پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ پھر ہمیں ملکی و غیر ملکی بچوں کے ادب میں ان منظومات کا بھی ایک بڑا حصہ نظر آتا ہے جہاں بات سے بات نکلتی ہو، اور بچے حیرت و استعجاب کی تصویر بنے، پھر کیا ہوا کے تجسس میں مبتلا، انجام کے منتظر رہتے ہیں۔ بچوّں کے لیے لکھنا اس لیے دشوار محسوس کیا جاتا رہا ہے کہ بچوّں کی ذہنی سطح پر آکر، ان کی دلچسپی کو مدّ نظر رکھ کر لکھا جائے اور اصلاح، نصیحت یا پیغام اتنے واضح انداز میں نہ دیا جائے کہ بچہّ پند و نصائح کا دفتر سمجھ کر کہانی یا نظم میں دلچسپی ہی نہ لے سکے، ان شعرا نے سبھی پہلو مدِ نظر رکھے۔ حفیظ ہوشیار پوری بچوّں کے ایک رسالے ''پھول'' کے مدیر رہے اور بچوّں کے لیے منظومات بھی کہتے رہے۔ یہ منظومات زیادہ تر انگریزی سے ترجمہ کی گئیں۔ اس سے پہلے بھی حفیظ نے بچوّں کے لیے کئی نظمیں کہیں:

''۱۹۳۱ء میں پروفیسر غلام محی الدین خلوت لیکچرار گورنمنٹ انٹر میڈیٹ کالج، ہوشیار پور نے ''دورنگی'' کے نام سے بچوّں کے لیے انگریزی نظموں کے منظوم اردو ترجموں کا ایک مجموعہ شائع کیا۔ اس میں حفیظ کے ترجمے بھی شامل ہیں۔''(۲۲)

''اس سلسلے میں مندرجہ ذیل ایک سوڈانی گیت ہے جسے حفیظ ہوشیار پوری نے اردو میں بچوّں کے لیے منظوم کیا۔

Doha Do'ha; A SAUDANEE NURSERY RHYME

He performed Haj at Mecca
and brought me back a cake
The cake is in the cupboard.
The cupboard wants a key.
The carpenter has a key.
The carpenter wants an adze
The simith has got the adze
The smith he wants good money
The king has got the mondy
The king he wants a bride
The bride she wants a handcercheif
The babies want their milk
Oh cow has got the milk
The cow she wants her grass
The grass grows by the hill
The hills are wanting rain
O Lord, thout, sendest rain

مندرجہ بالا نظم کا ترجمہ حفیظ ہوشیار پوری نے اس طرح کیا ہے۔

سوڈانی گیت۔

حج سے آئے دادا جان
لائے کھجور کا حلوہ

حلوہ نعمت خانے میں
مجھ کو چاہیے حلوہ
نعمت خانے کی کنجی
کنجی دے ترکھان
وہ دے گا لوہار
لوہار کہے دو پیسے
پیسے دے گا راجہ
راجہ کو چاہیے رانی
رانی مانگے رومال
رومال کو لے گیا منّا
منّے کو چاہیے دودھ
دودھ تو دے گی گائے
گائے مانگے گھاس
گھاس سے خالی جنگل
جنگل چاہے مینہ
مینہ برسائے اللہ
اللہ مینہ برسائے''(۲۳)

یہ سوڈانی گیت ظاہر کرتا ہے اردو بلکہ پاکستان کی علاقائی زبانوں میں بھی بچوّں کے لیے کئی ایسی نظمیں اور گیت موجود ہیں جن میں بات سے بات نکلتی آئی ہو۔

ابنِ انشا کی نظم ''قصہ دم کٹے چوہے کا'' میں اسی طرح بات سے بات نکلتی آئی ہے کہ جس میں ایک شرارتی چوہے کی دم کٹ جاتی ہے اور غم زدہ چوہا فریاد لے کر درزی کی بیوی کے پاس گیا، اس نے موچی کی طرف دوڑا دیا، موچی نے کہا

بیٹے میں بیمار ہوں اٹھنے سے لاچار ہوں
مرغی کے پاس جاؤ اس سے ایک انڈا لاؤ
انڈا جو میں کھاؤں گا تگڑا ہو جاؤں گا

مرغی نے دانے کا مطالبہ کیا، چوہا کسان کے پاس گیا اس نے چھلنی مانگی، چھلنی لینے بڑھیا کے پاس گیا اسے ساری روداد سنائی اس نے آگے کی راہ دکھائی اور کئی واسطوں کے بعد، چشمے پر اس کو رحم آتا ہے سارے مراحل پھر طے ہوتے ہیں اور آخر کار درزی چوہے کی دم سی دیتا ہے۔ بچے اس سارے سلسلے کو بڑے تجسس اور شوق سے آگے بڑھتا ہوا سنتا ہے اور بہت جلد اس قصے کو یاد بھی کر لیتا ہے۔ ایسا ہی سلسلہ ابنِ انشا کی ایک اور نظم ''میں دوڑتا ہی دوڑتا'' میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ کتاب بھی، قصہ دم کٹے چوہے کا کی طرح نیشنل بک فاؤنڈیشن نے بہت اہتمام کے ساتھ شائع کی ہے۔ تزئین وزیبائش اور طباعت کا معیار بین الاقوامی معیار کا ہے۔

بچوں میں مطالعے کا شوق پیدا کرنے میں اساتذہ بھی اہم کردار ادا کر سکتے ہیں، اچھی اور نئی شائع ہونے والی کتب

کا تعارف، کلاسیکی کرداروں اور کتابوں سے آگاہ کرنا، اپنی ذاتی لائبریری بنانے کا شوق پیدا کرنا، اپنے جیب خرچ اور عیدی سے کتابوں کی خریداری، دوستوں میں کتاب کے تحفہ دینے کے رجحان کی حوصلہ افزائی......اگر حالات اس نہج پر چل پڑیں تو ہمارا مصنف خوش دلی سے بچوں کا ادب تخلیق کرے گا، ناشر اسے بغیر کسی خسارے کے خوف کے چھاپے گا اور کمپیوٹر کے عہد میں بچہ کتاب سے بدظن ہونے کے بجائے اسے دوست رکھے گا۔ ناشرین کی ذمہ داری ہے کہ وہ احتیاط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اشاعت کے لیے ادب منتخب کریں، سستی جیبی کتب کا رواج بھی برا نہیں لیکن ان کہانیوں کے عنوانات دیکھیے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ بچے کے وقت اور پیسے دونوں کا زیاں ہیں۔ جب بچے میں مطالعے کا ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو اس کی رفتار کا ساتھ دینا مشکل ہو جاتا ہے۔ وہ رسالہ ہو یا کتاب دو روز میں ختم کر کے مزید کا طلب گار رہتا ہے۔ پہلے زمانے میں گلی محلے میں کھلی آنہ لائبریری اس کی ضرورت پوری کرتی تھی، ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے لیے بہترین ادب تخلیق ہو، بہترین اشاعتی ادارے پرکشش انداز میں کتابیں شائع کریں اور ان کتابوں کا حصول اس کے لیے ممکن بھی ہو۔ سکول کالج کی لائبریری اس کی دسترس میں ہو، والدین چھٹی کے روز پکنک کا پروگرام خوشی سے بناتے ہیں، کسی لائبریری کا ممبر بنانے میں بھی اتنی ہی مستعدی دکھانے کی ضرورت ہے۔ ہفتے میں ایک ڈیڑھ گھنٹا اس کام کے لیے مختص کیا جا سکتا ہے۔ یہ لائبریریاں حکومتی سطح پر بھی قائم کی جا سکتی ہیں اور مختلف رفاہی و فلاحی ادارے بھی اس نہج پر کام کر سکتے ہیں۔ بہت سے صنعتی ادارے ٹیکس سے چھوٹ حاصل کرنے کے لیے مختلف انعامی سکیموں کا اجرا کرتے رہتے ہیں، انھیں اس پر بھی سوچنا چاہیے کہ وہ یہ رقوم اپنے ادارے میں ایک دار المطالعہ کے قیام پر خرچ کر سکتے ہیں۔

بچوں کے ادب پر کام کر کے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کرنے والے ڈاکٹر اسد اریب نے بچوں کے ادب پر بھرپور توجہ دینے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔

بچوں کے لیے لکھنے لکھانے میں حکومتی اور نجی اداروں کی جانب سے انعامی مقابلوں کا انعقاد ایک خوش آئند قدم ہے۔ ان انعامی مقابلوں میں ملک کے دور دراز علاقوں سے مصنفین شرکت کرتے ہیں، پھر ان اداروں جن میں نیشنل بک فاؤنڈیشن سرفہرست ہے، کی جانب سے ملکی و غیر ملکی سطح پر کتابوں کی نمائش کا اہتمام کیا جاتا ہے جن میں بچوں کی مطبوعات سرفہرست ہیں۔ مختلف پبلشرز کی جانب سے شائع شدہ کتب بین الاقوامی نمائشوں اور مقابلوں میں بھیجی جاتی ہیں اور وہ اپنی اعلیٰ طباعت کے سبب سند و نقد انعام کے علاوہ بے شمار پذیرائی بھی حاصل کرتی ہیں۔ بچوں کے عالمی دن کے موقع پر، بچوں کے کتب میلے کا انتظام بھی کیا جاتا ہے جس میں بچوں کے علاوہ بڑے بھی بہت ذوق و شوق سے شرکت کرتے ہیں۔ بچے اس روز زیادہ سے زیادہ کتابیں خریدنا چاہتے ہیں اور ان کی خوشی دیدنی ہوتی ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی بچوں کے ادب کے سلسلے میں ایک لطیف نقطہ اٹھاتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مسلمان گھر میں مسلمان اور ہندو گھرانے میں ہندو بچہ کیوں جنم لیتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ والدین جو بنانا چاہتے ہیں وہ بن جاتا ہے، ایسے میں بچے کی وہ عمر کہ جس میں وہ نیا نیا پڑھنا سیکھتا ہے، کتاب سے شناسائی بڑھتی ہے اس وقت ہم اسے وہ خوب صورت رنگ برنگی تصویروں سے مزین کتابیں فراہم کرتے ہیں، جو ہماری تہذیب معاشرت اور مذہب سے ہم آہنگ نہیں ہوتیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ ہماری مطلوبہ کتب دستیاب نہیں یا اگر ہیں تو ناقص طباعت کے سبب بچے کے لیے کوئی کشش نہیں رکھتیں۔ وہ اس سلسلے میں چند تجاویز بھی دیتے ہیں کہ کتاب ایسی ہو جو بچے میں تخیل، تجسس اور تحیر ابھارے، مصنف کم سے کم لفظوں میں بات کہنے پر قادر ہو، زبان درست اور بیان چست ہو موضوع کا اپنی تاریخ لوک ورثے، اور روایت سے گہرا تعلق ہو، یہ کہانیاں بچے کے تخیل کو نئی دنیا کے سفر پر آمادہ کریں، مہم جوئی کی طرف مائل کریں۔ اگر مصنفین قدیم کلاسیکی ادب کو کھنگالیں تو انھیں بچوں کی کہانیوں کے لیے بہت سا مواد دستیاب ہو جائے گا۔ جمیل جالبی ۶۱ ـ ۶۲ ہمارے کئی مصنفین نے قدیم کلاسیکی ادب کو مختصر کہانیوں کی صورت میں

پیش کیا ہے، ڈاکٹر محمود الرحمٰن کی مرتب کردہ ''باغ و بہار'' بچوں کی پسندیدہ کتاب ہے۔ انتظار حسین نے بچوں کے لیے ''کلیلہ و دمنہ'' کا انتخاب کیا۔ قدیم کلاسک کی تجدید کے علاوہ عہدِ جدید کے تقاضوں کو پورا کرنا بھی اہم فریضہ ہے۔ ''آج دنیا کے بچے نہ صرف جدید ادب پڑھ رہے ہیں بلکہ انھیں فنی و تکنیکی مواد پر مبنی کہانیاں بھی پڑھنے کو مل رہی ہیں، یہ کتابیں ان کے دل و دماغ کو انقلاب آفرین خیالات سے ہمکنار کر رہی ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں بچوں کے ادب میں ایسی ترجیحات کا تعین ہی نہیں کیا گیا۔''(۲۴)

قیامِ پاکستان سے قبل دارالاشاعت پنجاب، لاہور، مکتبہء جامعہ، دہلی اور عصمت بک ڈپو کے نام علمی و ادبی کتب کی اشاعت میں جہاں بڑا نام رکھتے ہیں، وہیں بچوں کے ادب کی تخلیق و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کرتے ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد فیروز سنز لمیٹڈ؛ سنگ میل پبلی کیشنز لاہور؛ ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی؛ مقبول اکیڈمی؛ اردو اکیڈمی سندھ، کراچی؛ دار السلام، دعوہ اکیڈمی؛ اسلامک پبلیکیشنز لاہور؛ تعبیر پبلشرز لاہور؛ دی بک گروپ، کراچی؛ آکسفورڈ پریس کراچی؛ فارن بکس، اردو سائنس بورڈ؛ نیشنل بک فاؤنڈیشن؛ ترقی اردو بورڈ؛ چلڈرن اکیڈمی ہجری مطبوعات کمیٹی اور چند ایک اور حکومتی اور نجی ادارے ہیں جو اپنی دیگر ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ بچوں کے لیے فروغ ادب میں گذشتہ کئی برسوں سے مصروف عمل ہیں۔

اُدھر انڈیا میں بھی اردو میں بچوں کے لیے لکھے گئے ادب کی ترویج و اشاعت کے لیے کئی ادارے کام کر رہے ہیں ان میں نیشنل بک ٹرسٹ، چلڈرن بک ٹرسٹ، پبلی کیشنز ڈویژن، این سی ای آر آٹی، قومی کونسل برائے ترقی اردو زبان، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اور متفرق ریاستوں میں قائم اردو اکیڈمیاں بچوں کے ادب کی اشاعت میں فعال کردار ادا کر رہی ہیں اور اپنی قوم کے ان وارثوں کے لیے جدید ادب کے ساتھ ساتھ کلاسیکی ادب کی روایت کو بھی دوام بخش رہی ہیں، ان اداروں سے شائع ہونے والی کتب ابھرتی نسل کو ادب، سائنس، مذہب، تاریخ، سفر اور ایجادات کی دنیا سے متعارف کراتی ہیں۔ (۲۵) کمپیوٹر کے دور میں اگر وہ بچوں میں مطالعے کی عادت کو فروغ دینے میں ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں تو اس پر نکتہ چینی کی نہیں حوصلہ افزائی کی ضرورت ہے اور اگر ایسا نہ کیا گیا تو الیکٹرانک میڈیا اور انفارمیشن ٹیکنالوجی ہماری علم و حکمت، دانائی و ادراک کے ساتھ ساتھ ہمارے جذبہ و احساس پر حاوی ہو کر ہمیں بھی ایک مشینی جسم میں تبدیل کر دے گی جو اپنی روایات و اخلاقی اقدار سے یکسر بے گانہ اور نا آشنا ہوگا۔ کیا بچے نیٹ کلب اور گیمنگ زون کے گرد و پیش میں منڈلاتے دکھائی دیتے اچھے لگتے ہیں یا ریڈنگ کلب اور لائبریری میں مطالعہ میں مصروف؟ اس سوال کا جواب ہمیں اپنے فرائض سے غفلت کا احساس تو نہیں دلا رہا۔ اس سوال یا خواہش کو......لوٹ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو، تصور کرنے کے بجائے اپنی وراثت کی حفاظت و ارتقا کی آرزو سمجھا جائے تو کیا برا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ شاہد مختار، ۲۰۰۶ء ''امیر خسرو، شخصیت، افکار و خیالات و فکر و فن'' دہلی، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس ص ۶۲

۲۔ ڈاکٹر ریاض احمد، ''ابن انشا، احوال و آثار'' ص ۸۸۷

۳۔ مرزا غالب، ۱۹۵۹ء ''قادر نامہ ء غالب''، کراچی مکتبہ ء نیا راہی

۴۔ جگن ناتھ آزاد، ۲۰۰۳ء ''بچوں کا ادب''، مشمولہ ''فکر و فن''، انڈیا کریسنٹ ہاؤس پبلی کیشنز جموں، ص ۳۷۲

۵۔ ڈاکٹر ریاض احمد ریاض، ۱۹۸۸ء ''ابن انشا، احوال و آثار'' کراچی، انجمن ترقیِ اردو ص ۸۸۷

۶۔ جگن ناتھ آزاد، ۲۰۰۳ء ''بچوں کا ادب''، مشمولہ ''فکر و فن''، انڈیا کریسنٹ ہاؤس پبلی کیشنز جموں، ص ۳۷۴

۷۔ شریف کنجاہی، ۱۹۸۷ء ''اقبال کی بچوں کی نظمیں''، مشمولہ ''صحیفہ'' مارچ اپریل۔ لاہور، مجلس ترقیِ ادب ص ۲ تا ۶

۸۔ جگن ناتھ آزاد، ۲۰۰۳ء ''بچوں کا ادب''، مشمولہ ''فکر و فن''، انڈیا کریسنٹ ہاؤس پبلی کیشنز جموں، ص ۳۷۱

۹۔ محمود الرحمٰن ڈاکٹر، ۱۹۹۶ء ''اردو میں بچوں کا ادب، کتابیات''، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان۔ ص ۸

۱۰۔ صوفی تبسم، ۱۹۶۷ء ''تعمیر مملکت میں بچوں کے ادب کا حصہ'' مشمولہ ''ماہنامہ اوراق'' لاہور، دفترِ اوراق

۱۱۔ نثار احمد قریشی، ۲۰۰۸ء ''صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، کتابیات'' اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان ص ۳۷ تا ۴۲

۱۲۔ رحیم الدین، ثاقبہ ۲۰۰۴ء ''اجالا'' مجموعہ ء تقاریر، راولپنڈی پیپ بورڈ پرائیویٹ لمیٹڈ پشاور روڈ، ص ۸

۱۳۔ جگن ناتھ آزاد، ۲۰۰۳ء ''بچوں کا ادب''، مشمولہ ''فکر و فن''، انڈیا کریسنٹ ہاؤس پبلی کیشنز جموں، ص ۳۷۶

۱۴۔ ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر ۲۰۰۴ء ''آدمی اور کتاب''، کراچی، زین پبلیکیشنز، ص ۱۲۲

۱۵۔ ایضاً ص ۱۲۳

۱۶۔ ڈاکٹر افتخار کھوکھر،، ۲۰۰۵ء ''برصغیر میں بچوں کے ادب میں اشاعتِ حدیث کے رجحانات''،'' مشمولہ علم کی روشنی''، جلد ۷
شمارہ۔ ا، ص ۹

۱۷۔ ثاقبہ رحیم الدین، ۲۰۰۴ء ''اجالا'' مجموعہ ء تقاریر، راولپنڈی پیپ بورڈ پرائیویٹ لمیٹڈ پشاور روڈ۔ ص ۸

۱۸۔ ایضاً ص ۹

۱۹۔ محمود الرحمٰن ڈاکٹر، ۱۹۹۶ء ''اردو میں بچوں کا ادب، کتابیات''، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ص ۸

۲۰۔ ڈاکٹر ریاض احمد، ''ابن انشا، احوال و آثار'' ص ۹۰۰

۲۱۔ ادارہ، مئی ۱۹۸۶ء، ''بچوں کے مصنفین کی ڈائریکٹری''، ماہ نامہ کتاب، اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن

۲۲۔ محمد طفیل، جولائی ۱۹۷۳ء، ''حفیظ ہوشیار پوری'' مشمولہ ''نقوش'' لاہور، ادارہ ء فروغِ اردو ص ۱۲۴

۲۳۔ قرۃ العین طاہرہ، ڈاکٹر، ۲۰۰۸ء، ''بے زبانی زباں نہ ہو جائے، حفیظ ہوشیار پوری، شخصیت اور فن''، کراچی، اردو اکیڈمی
سندھ ص ۲۴۷

۲۴۔ ایم افضل، ۱۹۷۹ء ''بچوں کی کتابیں' مشمولہ کتاب لاہور، شمارہ اکتوبر ص ۱۷

۲۵۔ جگن ناتھ آزاد، ۲۰۰۳ء ''بچوں کا ادب''، مشمولہ ''فکر و فن''، انڈیا کریسنٹ ہاؤس پبلی کیشنز جموں، ص ۳۷۱

کتابیات

۱۔ ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر، جون ۲۰۰۴ء ''آدمی اور کتاب''، کراچی، زین پبلیکیشنز

۲۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر ۱۹۹۱ء ''معاصر ادب''، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز

۳۔ ثاقبہ رحیم الدین، ۲۰۰۴ء ''اجالا'' مجموعہ ءتقاریر، راولپنڈی پیپ بورڈ پرائیویٹ لمیٹڈ پشاور روڈ

۴۔ جگن ناتھ آزاد، ۲۰۰۳ء ''بچوں کا ادب''، مشمولہ ''فکر وفن''، انڈیا کریسنٹ ہاؤس پبلی کیشنز جموں،

۵۔ ریاض احمد ریاض، ۱۹۸۸ء ''ابنِ انشا، احوال وآثار'' کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان

۶۔ شاہد مختار، ۲۰۰۶ء ''امیر خسرو، شخصیت افکار وخیالات وفکر وفن'' دہلی، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس

۷۔ قرۃ العین طاہرہ، ڈاکٹر، ۲۰۰۸ء '' بے زبانی زباں نہ ہو جائے، حفیظ ہوشیار پوری، شخصیت اور فن'' کراچی، اردو اکیڈمی سندھ

۸۔ مرزا ادیب: مرتب، ''آؤ بچو سنائیں تمھیں کہانی''، ہجری مطبوعات کمیٹی، یو جی سی، اسلام آباد

۹۔ مرزا غالب، ۱۹۵۹ء ''قادر نامہ ءغالب''، کراچی مکتبہ ءنیا راہی

۱۰۔ نثار احمد قریشی، ۲۰۰۸ء ''صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، حیات وخدمات'' اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان

رسائل

۱۔ ادارہ، ۱۹۸۶ء، ''بچوں کے مصنفین کی ڈائریکٹری''، ماہ نامہ کتاب، مئی لاہور، نیشنل بک کونسل

۲۔ افتخار کھوکھر، ڈاکٹر ۲۰۰۵ء ''بچوں کی کتب کے موجودہ طباعتی معیار کا جائزہ اور مستقبل کے امکانات''، مشمولہ ''علم کی روشنی'' جلد ۷، شمارہ ۲

۳۔ افتخار کھوکھر، ڈاکٹر، ۲۰۰۵ء ''برصغیر میں بچوں کے ادب میں اشاعتِ حدیث کے رجحانات''، مشمولہ ''علم کی روشنی''، جلد ۷ شمارہ۔۱، ۲۰۰۵ء

۴۔ ثاقبہ رحیم الدین، ۲۰۰۸ء، ''بچوں کا ادب اور اہلِ قلم''، مشمولہ ''الاقرباء'' شمارہ ۱۴ اکتوبر تا دسمبر

۵۔ شریف کنجاہی، ۱۹۸۷ء ''اقبال کی بچوں کی نظمیں''، مشمولہ ''صحیفہ'' مارچ اپریل۔ لاہور، مجلس ترقیِ ادب

۶۔ عذرا اکرام، ۱۹۸۳ء ''بچوں کے لیے مطالعاتی مواد کی ضرورت اور اہمیت''، ماہنامہ کتاب، اکتوبر، لاہور، نیشنل بک کونسل

۷۔ محسنہ نقوی، ڈاکٹر، ۲۰۰۴ء ''اردو ادب میں ادب الاطفال: تاریخی جائزہ''، مجلّہ علم کی روشنی، جلد ۶، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد

۸۔ محمود الرحمٰن، ڈاکٹر، ۲۰۰۵ء ''اردو میں بچوں کا ادب ...... تحقیق وتلاش''، مجلّہ علم کی روشنی جلد ۷، علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی، اسلام آباد